

## بچوں کی بے جا شرارتوں کی اصلاح

WELLS AND FOREHAN  
(HAND BOOK OF CLINICAL BEHAVIOR THERAPY)

ترجمہ و تبصرہ: ڈاکٹر سید مبین اختر (سند یافتہ امریکہ)

اگر آپ کے بچے میں مندرجہ ذیل کوئی خامی ہے تو یہ کتابچہ آپ کیلئے مفید ہو سکتا ہے :  
لڑائی، جھگڑا، مار پیٹ یا اس کی دھمکیاں، توڑ پھوڑ، حکم عدولی، بات بات پر چیخنا چلانا اور  
ہنگامہ کرنا، چوری یا آگ لگانا وغیرہ۔

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ مندرجہ بالا میں سے اگر کوئی کیفیت بچپن میں ہوگی تو اس کا  
امکان ہے کہ جوانی میں بھی ایسی ہی حرکتیں وقوع پذیر ہوگی۔

اہم بات یہ ہے کہ بچے کو شرارتی بنانے میں والدین کا سب سے بڑا کردار ہوتا ہے حالانکہ ان  
کی نیت نیک ہوتی ہے، اور وہ اپنے خیال میں بچے کی صحیح تربیت کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے  
ہوتے ہیں۔ شرارتی بچوں کی اصلاح کیلئے والدین کے رویے کا جائزہ ضروری ہے تاکہ ان عوامل کی  
نشاندہی کی جاسکے جو والدین غیر شعوری طور پر کرتے ہیں اور جس کی وجہ سے بچے شرارتیں کرنے پر  
مجبور ہوتے ہیں یا بچے کی شرارت کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔ جب تھقل کیا جاتا ہے تو  
معلوم ہوتا ہے کہ سنجیدہ بچوں کے مقابلے میں شرارتی بچوں کے والدین زیادہ جھکمانہ انداز اور رعب  
کا رویہ رکھتے ہیں اور تنقید بلکہ تنقیص زیادہ کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ بچے شرارتی  
ہوتے ہیں اس لئے والدین بھی تنگ آ کر ڈانٹ ڈپٹ اور درشت رویہ رکھتے ہیں، مگر حقیقت اس  
کے برعکس ہے، کیونکہ جب بھی والدین نے اپنا رویہ بدلا ہے بچوں کی شرارتیں کم ہوئی ہیں، بلکہ اکثر  
اوقات ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہمارے بچے شرارتی ہیں تو ہمیں  
اپنے رویے کا جائزہ لینا چاہیے اور اسے بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس طریقے سے انشاء اللہ  
بچوں کے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔

ہماری قلمی یہ ہے کہ ہم بچوں کے اچھے کام کی بھی تعریف کرنے کے عادی نہیں ہیں، کیونکہ

ہمیں یہ غلط فہمی ہے کہ تعریف سے بچہ پھول جائے گا اور بگڑ جائے گا۔ جو بچہ اچھی طرح پڑھتا لکھتا ہے، صاف ستھرا رہتا ہے، کہنا مانتا ہے، گھر کے کام میں مدد کرتا ہے، دوسروں سے صلہ صفائی سے رہتا ہے وغیرہ، اس کو ہم نہ انعام دیتے ہیں نہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، بلکہ اس کی چھوٹی چھوٹی خامیاں پکڑ کر اسے تنقید کا نشانہ بنانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا مفروضہ ہے کہ جتنی خامیوں کی نشاندہی کی جائے گی اتنی ہی خامیاں دور ہوں گی اور بچے کی شخصیت ٹھہرے گی۔ حالانکہ مسلسل تنقید اور ڈانٹ ڈپٹ سے بچے کا دل بگڑ جاتا ہے۔ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس میں جذبہ بغاوت ابھرتا ہے اور رنج و غصے کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں، جن کے زیر اثر بچے کا رویہ بگڑ جاتا ہے۔ بچہ والدین پر براہ راست تو اپنا غصہ نہیں اتار سکتا، کہ اس کے بارے میں اظہار کرنا تو درکنار اس کے بارے میں سوچنا بھی ہمارے معاشرے میں اور عام مذہبی روایات میں ایک گناہ عظیم اور ذلیل حرکت ہے، مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے بھائی، بہنوں اور اسکول کے بچوں پر غصہ اتارتا ہے اور لڑائی جھگڑا، مار پیٹ شروع کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ والدین سے کھلی بغاوت نہیں تو چھپی بغاوت شروع ہو جاتی ہے، جس کو ہم بے جا ضد کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ کھانا نہیں کھائیں گے تاکہ والدین کو دکھ ہو۔ کپڑے گندے کرنا، اسکول جاتے وقت اور دوسرے کاموں میں سستی کرنا اور بہت دیر لگانا وغیرہ۔

جو بچے اچھے ہیں ان کے ساتھ ہمارا رویہ سرد ہوتا ہے اور جو شرارت زیادہ کرتے ہیں ان کے ساتھ ہمارا رویہ ظالمانہ ہو جاتا ہے اور اس سے ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسے کسی دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تنقیص، ڈانٹ ڈپٹ کے موقع کی ہر وقت تلاش میں رہتے ہیں، ہر وقت غصے اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور جب موقع ملے تو بے دردی کے ساتھ مار پیٹ بھی لازمی سمجھتے ہیں، حالانکہ تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کے رویے سے بچوں کی اصلاح نہیں ہوتی اور خود والدین بھی ہر وقت کڑھتے چلتے رہتے ہیں۔

آج کل انسانی نفسیات کی تعلیم کے زیر اثر مزایا فائدہ مجرموں کو بھی زد و کوب نہیں کیا جاتا اور ان کی قید کے زمانے میں ان کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان سے پیار و محبت سے پیش آیا جاتا ہے اور اطمینان و سکون اور زیادہ سے زیادہ تربیت و تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تفریح بھی ہوتی ہے اور تعلیم بھی اور گھر والوں سے ملاقات بھی۔ مگر ہم اپنے ہی جگر کے

کھڑوں کو ان سزایافتہ مجرموں کے برابر بھی رعایت دینے کو تیار نہیں۔

انسان غلطی کا پتلا ہے اور بچے تو اور بھی زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔ اس کو فطری سمجھنا چاہیے اور ان کو زیادہ سے زیادہ ڈھیل دینی چاہیے اور چھوٹی موٹی غلطیوں سے صرف نظر کرنا چاہیے۔ آخر وہ تو ابھی رہتے سہنے کے طریقے سیکھ ہی رہے ہیں۔ غلطیاں کر کے ہی سیکھیں گے۔ ان کے لئے اتنا اونچا معیار نہ بنائیں کہ وہ ہمیشہ اس سے کمتر رہیں۔ جب ان کیلئے معیار بنانے چلیں تو اپنے دل کے اندر اور اپنے ماضی کے اندر پہلے جھانکیں۔ آپ جب بچے تھے تو آپ میں کیا یہ صلاحیت تھی؟ کیا آپ یہ کام کر سکتے تھے؟ اپنے بچپن کی صلاحیت اور کارکردگی سے معیار اونچا نہ رکھیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ والدین کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ ان کے بچے ان سے بھی زیادہ اچھے ہوں، اخلاقی طور پر بھی اور معاشی طور پر بھی اور اس کی کوشش بھی کرنی چاہیے، مگر اس کیلئے رعب و خوف، ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ زیادہ سودمند نہیں ہوگی بلکہ نقصان دہ ہوگی۔

ہماری عمومی تربیت میں ایک خرابی یہ ہے کہ بچوں کی خواہشات اور جذبات کے فطری اظہار کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ اول تو یہ کہ ہم اپنی کسی بات کی تردید یا اختلاف برداشت نہیں کرتے اور اس کو زبان درازی، بدتمیزی، بغاوت اور گناہ کہتے ہیں۔ حالانکہ بچوں میں جذبات کے اظہار کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ ان کے جذبات معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیے۔ خواہشات بھی معلوم ہونی چاہئیں۔ ان کو معلوم کر کے ہی صحیح راہنمائی اور تعلیم و تربیت ممکن ہے، بلکہ اختلاف رائے کے اظہار کی تعریف کرنی چاہیے تاکہ بچے کو خود اپنے ذہن سے سوچنے سمجھنے کی عادت پڑے اور وہ اپنی ذہنی صلاحیتیں بروئے کار لاسکے اور اعتماد پیدا ہو سکے اور وہ زندگی میں کامیابی حاصل کر سکے۔ اختلاف رائے کے اظہار میں کیا برائی ہے۔ اگر اس کا اختلاف صحیح ہے تو اس کا برملا اعتراف کر لیں اور اسے شاباشی بھی دیں۔ اگر اختلاف غیر منطقی ہے تو اس کو مزید سمجھائیں کیونکہ جب تک بچے کو آپ کی بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئے گی اس پر عمل مشکل ہوگا۔ بہت کم ہی باتیں ایسی ہیں کہ بچے میں ان کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہ ہو اور اس کے باوجود اس پر اپنا حکم صادر کرنا پڑے۔ تمام چیزوں میں مسلسل کوشش ہونی چاہیے کہ ان میں اتنا اعتماد ہو کہ گھل کر اپنے ذہن کی الجھنیں آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہی آپ کو پتہ چلے گا کہ مسئلہ کیا ہے اور کیا سمجھانا چاہیے اور اگر یہ عمل بار بار بھی کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم بھی ہر کام صرف ایک

دفعہ بتانے سے نہیں سمجھ جاتے بلکہ بار بار اس میں راہنمائی اور ہدایت لینی پڑتی ہیں۔ بچوں کے ساتھ، خصوصاً جوان بچوں کے ساتھ پیار محبت کا اظہار ہم کبھی نہیں کرتے، بلکہ خوف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک والدہ نے مجھے بڑے فخر سے بتایا کہ اس کا خاندان بچے کو کبھی نہیں مارتا مگر پھر بھی اس کا رعب بہت ہے۔ اس کے سامنے بچہ قہر قہر کا پتا ہے۔ آخر اتنا خوف پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ بلکہ اس کا نقصان ہے۔ جو بچہ آپ سے خوفزدہ ہوگا وہ آپ کے قریب آنے سے بھی گریز کرے گا۔ قریب نہیں آئے گا تو نہ صرف یہ کہ آپ بھی اس کی محبت سے محروم ہو جائیں گے بلکہ آپ کو اس سے بات کرنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ جب آپ اس سے بات بھی نہیں کر سکتے تو تعلیم دینے سے بھی محروم رہیں گے۔ تربیت میں بھی غلط کردار کے علاوہ آپ کا کوئی ہاتھ نہیں ہوگا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تعلیم صرف کتابوں اور اسکول سے ہی نہیں ملتی ہے بلکہ جو وقت آپ کا بچہ آپ سے گفتگو میں گزارتا ہے وہ تعلیم ہوتی ہے، کہ وہ آپ سے سوالات کر سکتا ہے جس کا جواب آپ دیں تو تعلیم ہوتی ہے۔ کوئی ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر معلوماتی پروگرام ہے یا خبریں ہیں تو آپ اس کی مزید وضاحت کر سکتے ہیں، تو یہ تعلیم ہوتی ہے، آپ بچے کو اپنے ساتھ باہر لے جائیں اور دنیا کی چیزیں اور اداریے دکھائیں مثلاً چائے گھر، عجائب گھر، بینک، ڈاک خانہ، سرکاری دفاتر، فیکٹریاں، ہوائی جہاز، ریل گاڑی اور بسیں اور سیکڑوں دیگر ایسی چیزیں موجود ہیں جن کے بارے میں بچے کو معلومات آپ ہی فراہم کر سکتے ہیں۔ بچے سے مختلف پیشوں کے بارے میں گفتگو بھی آپ کر سکتے ہیں کہ صرف ڈاکٹر اور انجینئر ز سے ہی دنیا نہیں بھری پڑی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی سیکڑوں اچھے اچھے شعبے ہیں جہاں پر لطف اور با مقصد زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ یہ بچے کو کون بتائے گا؟ آپ ہی بتا سکتے ہیں کیونکہ اسکول و کالج میں اس کا کوئی بھی انتظام نہیں۔ چنانچہ آپ بچے سے دور رہ کر نہیں، قریب رہ کر اس کی تعلیم و تربیت میں نکھار پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ اس سے محبت اور پیار کا اظہار کر کے اس کے دل و دماغ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور اس کی محبت حاصل کر سکتے ہیں، لیکن خوف پیدا کر کے نہیں۔

گھر کے علاوہ اسکول میں بھی بچہ مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اول تو تعلیم کا جدید اور اسلامی اصول یہ ہے کہ تعلیم دلچسپ ہونی چاہیے اور اچھی کارکردگی پر شاباش اور دوسرے انعامات ملنے چاہئیں مگر بچے کو اس کے برعکس اس طرح پڑھایا جاتا ہے کہ اس کے سبق میں کوئی دلچسپی نہیں

ہوتی اور ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر خبر لی جاتی ہے کہ جو بسا اوقات معاشرے میں بڑے افراد کے متعین کردہ معیار کے لحاظ سے بھی وہ لغزش تصور نہیں کی جاتی، یعنی بچوں کیلئے اسکول میں ایک مصنوعی معیار متعین کیا جاتا ہے جو اس کے گھر اور معاشرے میں موجود ہی نہیں ہوتا اور پھر معیار سے معمولی روگردانی کی بھی سزا دی جاتی ہے۔ آپ شاید یہ پڑھ کر حیران ہو رہے ہوں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے مگر میں آپ کو بتاتا ہوں۔ سب سے پہلے ہمارے معاشرے میں کوئی بھی کسی بھی تقریب میں وقت پر نہیں آتا لیکن بچے کو اگر چند منٹ بھی دیر ہو جائے تو اسے سخت ست کہا جاتا ہے، مارا جاتا ہے اور کئی اسکول تو اسے اندر آنے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دیر سے آنے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے مگر بڑے جب دیر سے آتے ہیں تو آپ کو کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوتی، ڈانٹا مارنا تو کہا، تو پھر بچوں پر ہی یہ ظلم کیوں؟ جب کہ ان سے تو بڑوں کے مقابلے میں زیادہ نرمی برتنی چاہیے اور مزید یہ کہ بچوں کو لانے کی ذمہ داری بھی بڑوں کی ہوتی ہے، کیونکہ بچے بچارے خود تو اس قابل نہیں ہوتے کہ گاڑی پکڑیں اور اسکول پہنچ جائیں۔ وہ تو کسی بس یا ٹیکسی سے بھی نہیں جاسکتے تو دیر سے آنے کی ذمہ داری ان کے بڑوں کی ہے، مگر بڑوں کو کچھ نہیں کہا جاتا اور نشانہ معصوم بچے بنتے ہیں۔ سوچیں آخر یہ ظلم کیوں؟ اپنے جگر کے کلزوں پر بے جا ظلم و زیادتی سے اسکول کو اور آپ کو کیا ملتا ہے؟ کیا یہی طریقہ ہے ان کی اصلاح کا؟ کیا اس سے اصلاح ممکن ہے؟ اس سے تو نفرت اور بغاوت ہی ممکن ہے، اساتذہ سے بھی اور والدین سے بھی۔

بڑے دیر سے آتے ہیں تو دیر سے آنے والے سے ایک بول بھی نہیں کہا جاتا بلکہ مہمانوں کو اور امیروں کو تو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ پھول پیش کئے جاتے ہیں، بس کبھی کبھی نجی محفلوں میں اس بات کا رونا رو لیا جاتا ہے کہ دیر سے آنا اچھی عادت نہیں ہوتی ہے۔ دیر سے آنا بڑوں کی عادت تسلیم کر لی گئی ہے، ہمارے ہاں کوئی تقریب وقت پر شروع نہیں ہو سکتی۔ ہم کہتے ہیں کہ پاکستان کا معیاری وقت ہے اور کہہ سن کر چپ ہو جاتے ہیں۔ تو پھر بچوں کو نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟ ذرا سوچئے یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور یہ بھی اسکول کی پڑھائی کی ابتداء میں ہی اور اس کام کیلئے خاص پنی ٹی (P.T) کا استاد رکھا جاتا ہے، جو ذرا پہلوان نما ہوتا ہے اور جس کے پاس ڈنڈا بھی ذرا خوفناک ہوتا ہے اور جس کی چابک دستی پر والدین اور اسکول دونوں کو بہت فخر ہوتا ہے۔ خود ہی اپنے جگر گوشوں کو اذیت پہنچا کر ہم خوش ہوتے ہیں اور ابتداء میں ہی پڑھائی کے عمل کو خود نا پسندیدہ اور

قابل نفرت بناتے ہیں اور اپنے خلاف اور اسکول اور تعلیم کے خلاف نفرت اور بغاوت کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔

یہ ایک مثال تھی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک سی فطیلیوں پر ہم بڑوں کے مقابلے میں بچوں کو سزا دیتے ہیں حالانکہ ہونا اس کے الٹ چاہیے کیونکہ بچے نا تجرب کار، کم علم اور نازک ہوتے ہیں اور ان سے غلطی سرزد ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے اس لئے عمر کا لحاظ رکھتے ہوئے کئی فطیلیوں کو فطری سمجھنا چاہیے جن کو دور کرنے کیلئے صرف وقت اور تجربہ درکار ہے نہ کہ سزا اور مار پیٹ۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بچے جنت کے پھول ہوتے ہیں تو ہمیں برتاؤ بھی ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا جنت کے پھولوں سے ہوگا۔ (ابن ماجہ)

حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ ”جو چھوٹوں سے شفقت نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (ابن ماجہ)

ترجمہ: تم لوگ اپنی اولاد کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کرو اور ان کو اچھی تعلیم و تربیت دو۔

(ابن ماجہ)

دو سال سے کم عمر کا بچہ اپنے اچھے بُرے کی بھی تمیز نہیں رکھتا۔ اس کے ہاتھ جو کچھ آجائے گا خراب کر دے گا، توڑ پھوڑ دے گا یا پھینک دے گا۔ اکثر ایسے موقعوں پر ان کسٹن بچوں کو ڈانٹ اور مار تک پڑ جاتی ہے۔ حالانکہ اس کو ”شرارت“ نہیں کہا جاسکتا، یہ ایک فطری کیفیت ہے قصور ہمارا ہے کہ یہ چیزیں بچے سے دور کیوں نہیں رکھیں یا بچے کی ایسی رکھوالی کیوں نہ کی کہ قبل اس کے کہ کوئی نقصان پہنچتا آپ بچے کو وہاں سے اٹھا کر لے جاتے یا چیز کو بچا لیتے۔ اس عمر کے بچے پر بھی ڈانٹ اور مار پڑ جاتی ہے حالانکہ اس عمر کا بچہ بولنے کے قابل بھی نہیں ہوتا اور اپنی تکلیف کا اظہار صرف رو کر ہی کر سکتا ہے مگر بجائے اس کے کہ اس کے رونے کو شکایت یا فریاد یا کسی تکلیف کا اظہار سمجھا جائے کئی والدین تنگ آ جاتے ہیں اور غصے میں اور زیادہ ڈانٹنے اور مارنے لگتے ہیں۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس عمل کا بچے کی شخصیت پر کیا اثر پڑتا ہوگا؟ وہ دنیا کو اور اپنے عزیز و اقارب کو عالم ہی سمجھے گا اور خوف اور مایوسی کے جذبات لے کر پرورش پائے گا، جو آگے چل کر نفرت اور بغاوت میں تبدیل ہو جائیں گے۔

بچوں کے بہت سے عمل ایسے ہیں جن پر ان کو سزا ملتی ہے حالانکہ بڑوں کو ایسا کرنے پر کچھ نہیں کہا جاتا اور ایسے بھی عمل پر سزا ملتی ہے جو بچوں کی عمر کیلئے فطری ہیں چنانچہ قابل مواخذہ نہیں ہونے چاہئیں۔ ان دونوں اقسام کی حرکات نیچے بیان کی جارہی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی ہوں گے جو آپ اگر فور سے جائزہ لیں تو معلوم ہو جائے گا۔ اس کا ادراک اس لئے ضروری ہے کہ ان اعمال کو خامی یا شرارت نہ سمجھا جائے یا اگر سمجھا جائے تو عمر کا تقاضا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے ورنہ قائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے۔ یو یفارم نہ ہونا یا کپڑوں میں کوئی معمولی خامی ہونا۔ بال یا ناخن بڑھے ہوئے۔ بچوں کا آپس میں بات کرنا۔ کھڑکی سے باہر دیکھنا۔ جہان لیٹا، اختلاف رائے کا اظہار کرنا، کاپی کتاب یا مینسل بھول جانا، کام میں غلطی ہونا، گھر کا کام نہ کرنا، آپس میں لڑائی جھگڑا کرنا۔ پانی پینے یا فطری حاجت کیلئے گھریا کمرہ جماعت سے باہر جانا، سبق یا پڑھائی سے بے زاری کا اظہار کرنا، کھیل کود کا شوق، فلم یا گانوں کا شوق، کمرے میں اجازت کے بغیر چلے جانا وغیرہ وغیرہ۔

کچھ ایسے عمل بھی ہیں جو ہم بچوں سے لازماً کرواتے ہیں حالانکہ وہ غیر اسلامی ہیں اور اگر وہ نہ کریں تو پھر لعنت ملامت اور مار پیٹ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اسلام کی تعلیم ہے جو شخص کسی مجمع میں آئے وہ پہلے سلام کرے اور اگر اسے ایک شخص بھی جواب دے دے تو کافی ہے۔ مگر ہمارے یہاں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ استاد جب جماعت میں آتا ہے تو وہ سلام نہیں کرتا بلکہ بچوں سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ سب با آواز بلند اس کو سلام کریں اور اکثر تو استاد اس کا جواب دینا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ پھر سلام کے بجائے ”گڈ مارننگ“ (Good Morning) کی اُمید کی جاتی ہے حالانکہ یہ سراسر غیر اسلامی ہے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص کسی سے یہ اُمید رکھے کہ اس کے آنے سے لوگ کھڑے ہو جائیں کریں وہ دوزخ میں اپنا گھر سمجھ لے، مگر ہم بچوں سے یہ سب کچھ کراتے ہیں کہ استاد یا کوئی بڑا جماعت میں آئے تو فوراً کھڑے ہو جائیں، ”گڈ مارننگ“ (Good Morning) کا نعرہ لگائیں، اور اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بچوں کو کھڑا ہونے سے منع کیا جائے۔ حالانکہ شریعت میں لمبے بال رکھنے کی اجازت ہے، لڑکوں کو لمبے بال رکھنے پر سزا دی جاتی ہے۔ خود حضور ﷺ نے کندھے تک لمبے بال رکھے ہیں مگر چونکہ یہ بات ہمارے روایتی فیشن کے خلاف ہے اس لئے ایسے بچوں کو گھر اور اسکول والے خوب تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔



یہ چند باتیں اس لئے لکھی گئی ہیں کہ قبل اس کے کہ ہم بچوں کی اصلاح کے طریقے یکساں ہمیں اچھی طرح جائزہ لینا چاہیے کہ جس کو ہم شرارت سمجھ رہے ہیں وہ کہیں عموماً اور معاشرے کی اقدار کے لحاظ سے صحیح تو نہیں ہے، ورنہ ہمارا قدم بہت مشکلہ خیز ہوگا کہ ہم فطری اور صحیح عمل کو بدلنے کی جستجو میں لگ جائیں گے اور خود بھی محنت مشقت کریں، بچوں کو بھی پریشان کریں اور فطری اعمال کو غیر فطری اور معاشرتی اور اسلامی افعال کو غیر معاشرتی اور غیر اسلامی بنا ڈالیں۔ جب یہ باتیں سمجھ لی گئیں تو اب ہم آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ نفسیات کے ماہرین نے بچوں کی اصلاح کیلئے کون سے طریقے وضع کئے ہیں۔

کسی بچے کا تکلیف میں رونا فطری امر ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی ضرورت کی تکمیل اس وجہ سے ہو جاتی ہے جیسے کھانا، بیماری کی تکلیف دور کرنا وغیرہ۔ جب بچے بولنے لگتے ہیں تو اپنی تکلیف یا ضروریات کا زبانی اظہار کرنے لگتے ہیں اور والدین کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگتے ہیں البتہ اگر والدین زبانی اظہار اور اچھے عمل پر توجہ دینے کے بجائے صرف رونے اور چلانے پر توجہ دیں یا خود بھی چیخنے یا چلانے کا عمل شروع کر دیں تو پھر رونے اور چلانے کی عادت پڑ جاتی ہے اور یہ اچھے شریفانہ قول و فعل کی عادت نہیں ہوتی۔

اگر بچے کے چیخنے، چلانے کے رد عمل میں والدین اس کو آسانیاں پیدا کریں اور اس کی بے جا خواہشات کی تکمیل کریں تو بچے کے چیخنے کے عمل کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ اس کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے، بچے کو کوئی حکم دیا جاتا ہے جو اس کو تکلیف دہ محسوس ہوتا ہے۔ بچہ رد عمل کے طور پر روتا ہے اور چیختا چلاتا ہے اور ضد کرتا ہے اور حکم کی تعمیل سے گریز کرتا ہے۔ اس چیخنے چلانے سے پریشان ہو کر اگر ماں اس حکم کو منسوخ کر دیتی ہے۔ تو اس طرح بچے کے رونے چیخنے چلانے، اور حکم عدولی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

ایک اور مثال: والدہ یا والد بچے کو ایک ایسا حکم دیتے ہیں کہ جو بچے کیلئے ناپسندیدہ ہے۔ بچہ بھی جواب میں ناپسندیدہ عمل کرتا ہے۔ یعنی رونا، چیخنا، چلانا، ضد کرنا اور حکم عدولی کرنا وغیرہ۔ والدین دوسرا ناپسندیدہ عمل کرتے ہیں یعنی خود بھی چیخ کر اپنا حکم دہراتے ہیں۔ بچے کا اگلا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ بچہ اور زیادہ روتا، چیختا اور چلاتا ہے اور پھر بھی کہنا نہیں مانتا۔ پھر والدہ اور زیادہ چیختی ہے اور حکم دہراتی ہے۔ اس پر بچہ ڈر جاتا ہے اور کہنا مان لیتا ہے۔ بچے کے اس عمل سے والدہ کے چیخنے



چلانے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اس کی یہ عادت پکی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح والدین کے رویہ میں مزید سختی اور جیزی آتی جاتی ہے اور بچے بھی خوب چیختا چلاتا ہے اور پھر اس کے بعد کام کرتا ہے۔ یعنی سب لوگ چیختے چلانے اور ہنگامہ کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ والدین کے رویہ کو دیکھ کر بھی بچے یہ سبق سیکھتا ہے کہ ایسا کرنا ہی صحیح ہے اور اچھی بات ہے۔ چنانچہ اسی خراب عادت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

ایک اور طریقہ سے بچے میں خراب عادت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ مثلاً بچے کسی بات پر ہنگامہ کرتا ہے مگر والدین بجائے منع کرنے کے پیار و محبت سے پیش آتے ہیں جو کہ اس کیلئے ایک انعام کی حیثیت رکھتا ہے اور بچے کے اس خراب عمل کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جس کی والدین حوصلہ شکنی کرنا چاہتے تھے۔ اسی کو ’لاڈ‘ کہتے ہیں جو کہ تربیت کیلئے بہت نقصان دہ ہے۔

### بچوں کی بد اخلاقی، برے جا ضد اور شرارتوں کی اصلاح کے جدید طریقے

اصلاح کے عمل کو شروع کرنے سے قبل تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے کہ بچے کے عمل میں خرابی کیا ہے اور یہ کہ کس کس طرح سے اس خراب عمل کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔

والدین سے تفصیلی گفتگو ضروری ہے تاکہ صحیح معلومات حاصل کی جاسکیں اور ان میں بچے کے عمل کا صحیح جائزہ لینے کی صلاحیت بھی پیدا کی جاسکے کیونکہ اس کے بغیر اصلاح ناممکن ہے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ والدین کا اپنا جائزہ حقیقت حال سے کافی مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے معالج کو خود بچے اور والدین کے درمیان ہونے والے عمل اور رد عمل کا مشاہدہ کرنا چاہیے، یا تو ان کے گھرایسے موقعوں پر جائے جب ہنگامہ زیادہ ہوتا ہے مثلاً کھانے کا وقت، یا کم از کم اپنے مطب میں اُن کے آپس کے رویے کو فور سے دیکھ لینا چاہیے۔

اس طریقے سے معلوم کریں کہ بچے کا کون سا عمل تکلیف دہ ہے۔ مزید یہ کہ بچے کے اس خراب عمل سے قبل والدین کیا کرتے ہیں۔ اس طرح معلوم ہو سکے گا کہ والدین کے کس عمل سے بچے میں ضد اور شرارت کا رد عمل پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ والدین کے بعد کے جوابی عمل سے کس طرح بچے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ وہ عمل (شرارت) دائمی بن رہی ہے۔ جب یہ معلومات حاصل ہو جائیں تو ایسی تہدیلی لائی جاسکتی ہے جس کے ذریعے بچے کی اصلاح ممکن ہے۔

جیسے کہ پہلے وضاحت کی گئی ہے کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ والدین کی شکایت کے باوجود غور سے جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بچہ اپنی عمر کے لحاظ سے کسی غلط عمل یا شرارت یا بے جا ضد کا تصور وار بالکل نہیں ہے۔ ایسے موقعوں پر جب والدین ہی کا جائزہ غلط ہو تو وہ وجوہات معلوم کرنے کی ضرورت ہے جس کے زیر اثر والدین میں ایسا غلط نظریہ پیدا ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر والدین اپنے کسی مسئلے کی وجہ سے الجھن میں ہو سکتے ہیں اور اسی کا غصہ بچے پر نکال دیتے ہیں، جیسے کہ میاں بیوی کی ناجائز یا غلامت یا کاروبار کے مسائل وغیرہ۔ اس لئے بچے کے مسائل ہوں یا شرارت ہو یا بیماری، والدین کو علاج میں شامل کئے بغیر کوئی حل ممکن نہیں۔

### (1) پہلے والدین کی اصلاح ضروری ہے

مندرجہ بالا تحقیق کی روشنی میں والدین کو مشورہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ بچے سے کس قسم کا رویہ رکھیں۔

#### مثال نمبر ۱-

پونے دو سال کا ایک بچہ سوتے وقت بہت ہنگامہ کرتا تھا۔ والدین کو مشورہ دیا گیا کہ بچے کو بستر پر الٹا لٹا دیں اور پھر وہ کتنا ہی چپچپے چلائے، ہنگامہ کرے واپس اس کو دیکھنے کیلئے کمرے میں نہ جائیں۔ کچھ دن کے اندر بچے نے ہنگامہ کرنا بالکل چھوڑ دیا۔

اس کے بعد بچے کی ایک خالہ گھر میں آئی تو اس نے ان ہدایات پر عمل نہ کیا اور بچے کے ہنگامہ کرنے پر اس کے پاس جانے لگیں تب بچے کا خراب عمل پھر بڑھ گیا۔ البتہ اسی خالہ کو جب صحیح طریقہ سمجھا دیا گیا تو بچہ ٹھیک ہو گیا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ بچے کے ساتھ رویہ صرف والدین کا ہی نہیں بلکہ تمام گھرانے کا صحیح خطوط پر ہونا چاہیے۔

#### مثال نمبر ۲-

ایک چار سالہ بچے میں مندرجہ ذیل خراب عمل تھے: دوسروں کا منہ چڑانا، دوسروں کو ٹھوکریں مارنا، لڑائی جھگڑا، مار پیٹ، کپڑے اتار کر بچھا ہوجانا وغیرہ وغیرہ۔ بچے کی اصلاح کیلئے والدہ کو مندرجہ ذیل مشورے دیئے گئے۔

(1) پہلے بچے سے کہیں کہ وہ خراب کام کرنا بند کر دے۔

(2) اگر بچہ پھر بھی وہی عمل دہرائے تو اس کو کمرے کے کونے میں کھڑا کر دیا جائے یا بٹھا دیا جائے

اگر اس سے بھی اثر نہ ہو تو اس کو الگ کمرے میں کچھ دیر کیلئے بند کر دیا جائے۔  
(3) خراب عمل کے بعد جب بھی بچہ صحیح کام کرے تو اس کی تعریف کی جائے اور پیار و محبت کا اظہار کیا جائے۔

### اصلاح کا ایک اور طریقہ :

پہلے والدین کو اس علاج کے اصولوں کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ کتابیں اور رسالے پڑھوائے جاتے ہیں اور معلومات کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اس تعلیم کے ذریعے سے والدین بچوں کے فعل کا بغور جائزہ لینے کے قابل ہو جاتے ہیں اور یہ بھی مشاہدہ کرنا آ جاتا ہے کہ فعل کس عمل کا رد عمل تھا اور اس فعل کے بعد دوسروں کا جوابی رد عمل کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ان سے کہا جاتا ہے کہ بچے کے دوا ایسے اعمال کی نشاندہی کریں جو اچھے ہیں اور دوا ایسے افعال جو خراب ہیں تین دن تک والدین بچے کو دیکھ کر یہ چاروں افعال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور جتنی دفعہ وہ رو بہ عمل آتے ہیں اس کو لکھ لیتے ہیں۔ ان تینوں دنوں میں معالج حضرات بھی والدین کو کئی کئی فون کر کے یقین دہانی کراتے ہیں کہ اپنا کام ذمہ داری اور باقاعدگی سے کریں۔ پھر بچے کو بتایا جاتا ہے کہ اس کے ناپسندیدہ اعمال پر نمبر (ستارے) کاٹ لئے جائیں گے۔ جتنے نمبر (ستارے) بچے کو مجموعی طور پر روزانہ ملتے ہیں اس کے عوض بچے کو اس کے پسندیدہ انعامات دیئے جاتے ہیں جن کا تعین پہلے سے کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً پیسے، منھانیاں، کپڑے، جوتے، سیر کیلئے لے جانا، کھلونے خرید کر دینا وغیرہ۔ اس کے علاوہ اچھے کاموں پر زبانی تعریف مسلسل کی جائے اور خراب کام پر پانچ منٹ کیلئے ایک کمرے میں یا غسل خانے میں بند کر دیں البتہ والدین کو پہلے سے ہدایات دی جائیں کہ بچے کے ساتھ حکماً نہ دو یہ یا رعب نہ رکھیں، بے جا تنقید بھی نہ کریں اور ہر وقت کی پوچھ گچھ کرنا چھوڑ دیں۔

انعام کے طور پر نمبروں (ستاروں) اور تعریف کے علاوہ پیار کا اظہار دوسرے طریقے سے بھی کریں۔ مثلاً گود میں لیٹنا، گلے لگانا، شاباش دینا اور پیار کرنا وغیرہ وغیرہ۔ والدین کو تاکید کی جائے کہ جب بچہ گھر میں ہوتا ہے تو اس وقت کم از کم 15 منٹ روزانہ بچے کے ساتھ گزاریں یعنی گفتگو، کھیل کود اور پیار و محبت اور تعریف کی باتیں کریں۔ بلکہ اس تاک میں رہیں کہ کب بچہ صحیح بیٹھتے ہیں یا صحیح بات چیت کرتے ہیں یا اچھا کام کرتے ہیں، جیسے پڑھائی لکھائی، مناسب کھیل کود یا گفتگو وغیرہ اور اس وقت کو اہم جان کر اس عمل کی فوراً تعریف کریں اور انعامات دیں یعنی نمبر

(ستارے) اور اس سے ملنے والی پسندیدہ اشیاء۔ اس طریقے سے بہت سے بچوں کی شرارتیں کم ہو جائیں گی مگر جن بچوں کے یہ مسائل دیرپا ہیں یا شدید ہیں ان کی اصلاح کیلئے مزید طریقے سکھانے کی ضرورت ہے۔ اول تو یہ کہ بات کہنے کا صحیح طریقہ ہونا چاہیے۔ اگر شروع سے ہی ناراضگی یا تنقید یا غصہ سے حکم دیا جائے تو بچے پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ جب بھی بچے کو کوئی بات کرنے کو کہیں تو اس کو اطمینان اور آرام سے کہیں اور کوشش کریں کہ وہ پوری بات سمجھ لے اور اس کام کی وجہ بھی سمجھ لے، خصوصاً اگر وہ اس کے اپنے فائدے کیلئے ہی ہے، جیسے کہ عموماً ہوتا ہی ہے۔ اگر اس طرح کہنے پر بھی بچہ نہیں مانتا تو اس کو کونے میں چار پانچ منٹ کیلئے کھڑا کر دیں یا بٹھا دیں۔ والدین کی رہنمائی اس وقت تک ہونی چاہیے، جب تک بچہ 90 فیصد موقعوں پر اپنے رویے کی اصلاح کرنے لگ جائے۔ والدین کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ اپنے عمل کا بھی جائزہ لیتے رہیں۔ اگر لفظی ہو رہی ہے تو اس کی اصلاح کریں اور اگر صحیح عمل کر رہے ہیں تو اپنے آپ کو شاباش دیں اور انعام۔ ایسا کرنے سے والدین کے شوق میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ زیادہ تیزی سے اس علاج پر عمل کرتے ہیں اور بچے بھی نتیجے کے طور پر اچھا اثر لیتا ہے اور اس کی بہتر اصلاح ہوتی ہے اور وہ اصلاح عارضی نہیں ہوتی بلکہ مستقل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے بچوں کی شرارت اور ضد عموماً والدین یا بہن، بھائی کے چڑانے، مذاق اڑانے یا تنقید کرنے سے بڑھتی ہے، اس لئے ان کو سمجھانا چاہیے کہ اس طرح کا عمل ہرگز نہ کریں۔

بچوں کی شرارت اور ضد پر والدین عموماً تنقید، ناراضگی کا اظہار اور جسمانی سزائیں دیتے ہیں، مگر تجربے نے ثابت کیا ہے کہ ان طریقوں سے ضد اور شرارت میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اضافہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ مار پیٹ اور غصہ کرنے کے بجائے ایسے بچوں کو بالکل نظر انداز کریں اور اگر اس سے کام نہ چلے تو علیحدہ کونے یا کمرے میں کچھ دیر کیلئے مقید کر دیں اور سب سے زیادہ موثر یہ ہے کہ ستارے اور پسندیدہ انعامات سے محروم کر دیں۔

#### انعامات کے ذریعے اصلاح :

بچوں کیلئے انعامات کا کوئی سلسلہ قائم کرنا چاہیے مثلاً ستارے یا نمبر رکھے جائیں جن کے ذریعہ بعد میں پسندیدہ اشیاء مل جائیں، پیسے مل جائیں تو تفریح کے مواقع حاصل ہو جائیں۔ پہلے ایک فہرست مرتب کی جائے جس کے تین حصے ہوں۔

(1) وہ شرارتیں جو ختم کرنے کا منصوبہ ہے۔

(2) وہ اچھے اعمال جن کی حوصلہ افزائی کرنا مقصود ہے۔

(3) وہ تفریحات جو بچے کو انعامات کے ذریعے حاصل کرنا مقصود ہے۔ مثلاً ٹیلی ویژن دیکھنا، مٹائی یا

طلوہ، کسٹرو وغیرہ جو گھر میں پکنا ہے۔ کپڑے، جوتے، ہائیکل چلانا اور سیر کیلئے جانا وغیرہ۔

تفریح یا انعام کے ستارے یا نمبر متعین کر دیئے جاتے ہیں تاکہ بچے کو پتہ ہو کہ کون سے

انعام کیلئے کتنے ستارے حاصل کرنا ضروری ہے۔ چھوٹے بچوں کیلئے کھانے پینے کی چیزیں مثلاً

ٹافیاں، بسکٹ، شربت اور کھلونے وغیرہ انعام کے طور پر دیئے جائیں۔

یہ تفریح اور انعام کیلئے جتنے ستارے ہوں وہ ایک کاغذ پر لکھ کر کمرے میں کسی جگہ لگا دینا چاہیے

جو آسانی سے نظر آ سکے۔ جو بچے پڑھ نہیں سکتے ان کیلئے الفاظ کے بجائے تصاویر سے مدد لینی چاہیے۔

چھوٹے بچوں کو تو روزانہ ہی انعامات مل جانے چاہئیں اور اس کاغذ پر وہ انعامات (ستارے) فوراً

درج کرنے چاہئیں۔ جب بچہ ان کو حاصل کرے اور وہ فوراً کاٹ بھی دینے چاہئیں جب بچہ

شرارت یا ضد کرے۔ اور ایسا اس کی موجودگی میں ہونا چاہیے تاکہ خاطر خواہ اثر ہو سکے۔

### انعامات کا معاہدہ :

نو جوانوں کیلئے یہ زیادہ موثر ہے۔

والدین اور ان بچوں میں ایک باقاعدہ معاہدہ کیا جاتا ہے جس میں دونوں فریق عہد کرتے

ہیں کہ وہ چند اعمال کریں گے اور چند نہیں کریں گے۔ صحیح اعمال پر بچوں کے انعامات بھی متعین

کر دیئے جاتے ہیں اور اگر معاہدہ کی خلاف ورزی ہو تو انعامات سے کتنی محرومی ہوگی وہ بھی لکھ دی

جاتی ہے۔ یہ معاہدہ دونوں فریقوں کی مرضی سے لکھا جاتا ہے۔ والدین اپنی خواہش کا اظہار کرتے

ہیں اور متعین طور پر لکھتے ہیں کہ کون کون سے کام بچوں کو کرنے ہیں اور کون سے نہیں کرنے اور دونوں

کے نتائج کیا ہوں گے، یعنی کتنے ستارے یا انعام ملیں گے اور کتنے سے محروم ہوں گے۔ اسی طرح

بچے بھی والدین کو پابند کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنا رویہ صحیح رکھیں گے ورنہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور کسی پر

بھی لاگو نہ ہوگا۔

معاہدہ کی مندرجہ ذیل اہم شقیں ہوتی ہیں جو دونوں فریقوں پر لاگو ہوتی ہیں۔

- (1) ان کاموں کی فہرست جن کی تصحیح کی جائے گی اور ہر صحیح کام پر کیا انعام دیا جائے گا۔
- (2) سیر و تفریح یا پسندیدہ اشیاء حاصل کرنے کیلئے کیا ذمہ داریاں پوری کرنی ہوں گی۔
- (3) عہد پورا نہ کرنے کی صورت میں کتنے انعامات اور تفریح وغیرہ سے محرومی ہوگی۔
- (4) اگر عہد مکمل کیا جائے تو کیا مزید انعام ملے گا۔
- (5) عہد مکمل کرنے پر دونوں فریق ایک دوسرے کو شاباش دیں گے۔

ذیل میں ایک ایسا معاہدہ نقل کیا گیا ہے۔

#### اعمال کا معاہدہ :

اسلم اور اس کے والدین (اکرم اور نسرین) کے درمیان یہ معاہدہ ہوا ہے کہ ایک دوسرے کی خامیوں پر تنقید کرنے کے بجائے وہ ایک دوسرے کی خوبیوں کی تعریف کریں گے۔

#### فہرست انعامات :

- (1) اسلم کو اجازت ہوگی کہ وہ اسکول سے سیر و تفریح کیلئے جاسکتا ہے۔
- (2) ہفتے میں ایک دن اسلم گھر سے سات بجے کے بعد باہر جاسکتا ہے۔
- (3) اس کے علاوہ بھی ہفتے میں دو دفعہ گھر سے باہر جاسکتا ہے۔
- (4) چھٹیوں کے دنوں میں 11 بجے دن سے 5 بجے شام تک باہر جاسکتا ہے۔

#### فہرست ذمہ داریاں :

- (1) شام 4 بجے اسلم گھر پر فون کر کے اپنی خیریت کی اطلاع دے اور 5 بجے تک واپس گھر پہنچ جائے۔
- (2) پڑھائی میں بی گریڈ لانا ضروری ہے اور گھر 11 بجے تک آنا ضروری ہے۔
- (3) وہ پہلے بتائے کہ کس کے ساتھ چارہا ہے اور کہاں چارہا ہے اور گھر 11 بجے تک واپس آ جائے۔
- (4) پہلے اپنی پڑھائی مکمل کرے گا اور گھر میں جو کام اس کے ذمے لگایا جائے گا وہ بھی اور باہر سے ایک دفعہ فون کر کے اپنی خیریت کی اطلاع بھی دے گا۔
- (5) اس کے دوسرے دن والدین اس کو پانچ (5) روپے انعام کے طور پر دیں گے۔

### انعام کی رقم حاصل کرنے کے اصول :

- (1) اگر اسلم باہر سے دس منٹ دیر سے آئے۔
- (2) اگر اسلم 11 سے 30 منٹ دیر سے آئے۔
- (3) اگر اسلم 31 سے 60 منٹ دیر سے آئے۔
- (4) ایک گھنٹے سے زائد پر آدھا گھنٹہ دیر سے آنے کی سزائیں۔
- (5) چھٹی کے دن اور اس کے علاوہ مزید ہفتے میں ایک دن اسلم گھر سے باہر سات سے نو بجے تک جاسکتا ہے۔
- (6) ہفتے میں مزید دو گھنٹے باہر جاسکتا ہے مگر 9 بجے سے قبل اس کی اجازت لینا ضروری ہے۔
- ☆ اگلے دن اس کو اتنے ہی وقت جلدی گھر آنا ہوگا مگر اس کی انعام کی رقم قائم رہے گی۔
- ☆ اگلے دن اس کو دو گھنٹے وقت سے آنا ہوگا (۲۰ سے ۶۰ منٹ) اور اس دن کی انعام کی رقم اس کو نہیں ملے گی۔
- ☆ اگلے دن وہ گھر سے باہر بالکل نہیں جاسکے گا اور اس دن کی انعام کی رقم بھی نہیں ملے گی۔
- ☆ اسلم گھر سے باہر نہیں جائے گا اور آدھے گھنٹے کے عوض میں ایک دن کی انعامی رقم منسوخ ہو جائے گی۔
- ☆ اگر وہ پورے ہفتے کام کے پورے معاہدے پر عمل کرے اور ہفتے میں کوئی دیر آدھے گھنٹے سے زیادہ نہ کر رہا ہو۔
- ☆ اگر وہ ہفتے تک معاہدے کے مطابق صحیح کام کر لیا ہو اور دیر ہونے کی کل مدت آدھے گھنٹے سے زیادہ نہ ہو (جس کا ازالہ بھی اس نے معاہدے کے مطابق کر دیا ہو)۔

### جائزہ :

- (1) والدین اسلم کے آنے جانے کا وقت لکھتے رہیں گے اور یہ بھی کہ اس نے پڑھائی کی اور گھر کے کاموں کی تکمیل کر لی ہے کہ نہیں۔
- (2) اسلم وعدہ کرتا ہے کہ ہفتے کے اختتام پر وہ اسکول میں حاصل شدہ گریڈ (نمبر) کی رپورٹ والدین کے حوالے کر دے گا۔



یہ معاہدے بہت موثر ہوتے ہیں۔ مگر جب بچوں اور والدین میں تعلق ہی نہ ہو یا تعلقات مختلف وجوہات کی بناء پر بہت زیادہ خراب ہوں تو یہ طریقہ بھی موثر نہیں ہوتا مثلاً وہ خاندان جو طلاق، جرائم، نشہ بازی وغیرہ جیسی لعنتوں سے متاثر ہیں اور بچے اور والدین ایک دوسرے کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہمدردی رکھتے ہیں۔

### بچوں اور والدین میں اختلافی عمل اور رد عمل :

اگر بچے اور نوجوانوں کا خراب رویہ والدین سے شدید اختلافات کی وجہ سے ہے تو ان دونوں کو اختلاف حل کرنے کا صحیح طریقہ سمجھانے سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

### مثال نمبر - ۱

والدین کو مشورہ دیا گیا کہ بچوں پر بے جا تنقید نہ کریں، ان پر بے جا الزام نہ لگائیں، لمبے لمبے وعظ نہ کریں اور نا جائز رعب اور حکم نہ چلائیں۔ والدین کو ہدایت کی گئی کہ اپنے جذبات کا اظہار ضرور کریں مگر براہ راست اور مختصر طور پر لیکن بچوں کی بات بھی غور سے سنیں اور اپنی رائے کا اظہار ان کے دلائل پر بھی کریں اور بچوں اور نوجوانوں سے باقاعدہ معاہدے کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ والدین کی تربیت کیلئے ان کو ایک ایسا شیپ سنایا گیا جس میں والدین کو اپنے جذبات کا اظہار کرتے سنایا گیا اور بچوں کی بات سن کر ان پر بھی تبصرے کرنے کا ڈھنگ سکھایا گیا۔ اس کے بعد والدین نے اس عمل کی مشق مصنوعی ڈرامے (Psycho drama) کی طرح کی اور بالآخر بچوں سے جا کر یہ طریقہ آزمایا۔ بچوں اور والدین کو بتایا گیا کہ ہر اختلافی مسئلے کیلئے سارے ممکن حل تجویز کریں اور پھر دونوں کسی ایک حل پر متفق ہو جائیں، یعنی ہر مجوزہ حل کا عمل جائزہ لیں اور اس کے نفع و نقصان کے بارے میں سوچیں، جب کسی ایک پر دونوں فریق متفق ہو جائیں تب اس حل پر عمل کرنے کیلئے تفصیلی منصوبہ بنائیں۔ مگر کے دوسرے افراد کو بھی اس معاہدے میں شریک کر لینا چاہیے تاکہ پورے گھر کا ماحول صحیح ہو جائے۔

☆☆☆☆☆☆